ریاست مدینہ کا معاشرتی، سیاسی، اقتصادی اور عدالتی نظام

قرآن مجید کے مطابق مذہب اسلام کی امتیازی خصوصیت یہ ہے جسے اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً وَفِی الآخِرَۃِ حَسَنَۃً (البقرہ:۲۰۱)

''اے ہمارے ربّ ہمیں دنیا میں بھلائیاں عطا کیجیے اور آخرت میں بھی بھلائیاں عطا کیجیے''۔

یعنی اسلام دین و دنیا دونوں جہانوں کی بھلائی چاہتا ہے، دونوں عالم کے لیے کوشش کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اور دونوں جہانوں میں کامیاب بننے کا راستہ بتاتا ہے۔ دین اسلام میں جہاں ایک طرف نماز، روزہ اور حج جیسی روحانی عبادات کا ذکر ہے وہاں زکوٰۃ بھی ہے، جو ایک مالی مسئلہ ہے لیکن اسے رکن ایمان اور رکن دین بنایا گیا ہے۔ اسی طرح نبی دنیا اور دنیاوی اقتدار کا طالب نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود پیغمبر اسلام ﷺ ایک مملکت قائم کرتے ہیں اور اس مملکت کے حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے حکمرانی بھی فرماتے ہیں۔ پھر اس مملکت میں جس کا وجود ہی نہ تھا، ہر چیز کا نظم ونسق قائم کیا۔ اور ایسا نظم ونسق چھوڑا کہ وہ آپ کے بعد صدیوں تک چلتا رہا اور نسل آدم آنحضرت ﷺ کے نظام جہاں بانی سے فائدہ اُٹھاتی آرہی ہے۔

مملکت مدینہ کا قیام: نبی کریم ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے یہاں کسی مملکت کا وجود نہیں تھا۔ اسلام سے پہلے یہاں کئی قبیلے آباد تھے مگر ان قبیلوں میں ہمیشہ آپس میں خانہ جنگی ہوتی رہتی تھی چنانچہ آخری جنگ ہجرت نبوی سے پانچ سال قبل ہوئی تھی جس میں بہت ہی خوں ریزی ہوئی اور اس کے اثرات خود اسلامی معاشرے پر بھی پڑے۔ جیسا کہ ہجرت سے پہلے جب مدینہ کے کچھ لوگ 'اوس' قبیلے میں سے اور کچھ لوگ 'خزرج' قبیلے کے مسلمان ہوئے تو چونکہ ان دونوں قبیلوں میں جھگڑا تھا۔ اگر امام خزرجی ہوتا تو اوسی مسلمان اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرتے اور اگر اوسی امام ہوتا تو خزرجی لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیتے۔ اسی لیے ضرورت پیش آئی کہ مکہ سے ایک امام بھیجا جائے تاکہ اس کے پیچھے اوسی اور خزرجی دونوں قبائل کے مسلمان نماز پڑھ سکیں۔ لہٰذا مدینہ آمد کے بعد سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے پیش نظر ان مسائل کو حل کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے مختلف تدابیر سے اوسی اور خزرجی قبائل کی ان دیرینہ دشمنیوں اور تعصّبات کو ختم کیا۔ اور پھر مدینہ کی مملکت کی تشکیل کی طرف توجہ دی۔ لیکن اس کام کی راہ میں مدینہ کے مجوزہ (خزرجی) بادشاہ عبداللہ بن ابی سلول کی حرکتوں کی وجہ سے مسلمانوں کو اس مملکت میں سیاسی نظم و نسق کو قائم کرنے میں دشواریاں پیش آرہی تھیں۔ دوسری طرف قبیلہ اوس کے ایک عیسائی ابوعامر راہب نے فتنہ کھڑا کر دیا۔ اس کو بائبل کے مطالعہ سے نبی آخرالزمان کے آنے کا پتہ چل چکا تھا۔ اس نے سوچا کیوں نہ خود ہی نبوت کا دعویٰ کر دے۔ لہٰذا ابتداء میں اس نے بھی دعویٰ نبوت کر کے مسلمانوں کے لیے دشواریاں پیدا کیں۔

مملکتِ مدینہ کے لیے دستور سازی

مدینہ آمد کے بعد نبی کریم ﷺ چند روز قبا میں قیام کے بعد قبیلہ خزرج کے ایک ذیلی قبیلہ بنونجار کے ہاں تشریف لے

7

آئے۔ جہاں آپ ﷺ نے ایک اجلاس طلب کیا۔ شہر مدینہ کی آبادی کے تمام نمائندوں کو بلایا۔ اور ان کے سامنے حکومت قائم کرنے کی تجویز رکھی۔ اس تجویز کو اکثریت نے قبول کر لیا۔ صرف چار 'اوسی' کنبوں نے انکار کیا۔ اس طرح ایک اسلامی مملکت قائم ہوتی ہے جو ایک شہر پر بھی نہیں بلکہ ایک شہر کے کچھ حصہ پر مشتمل ہونے کے باوجود علمی اور تاریخی نقطہ نظر سے ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ یوں کہ ایک مملکت میں حکمران اور رعایا کے جو حقوق و فرائض ہوں گے ان کو تحریری طور پر مرتب کیا گیا۔ اور سب کے باہم مشورے سے لکھا گیا۔ اس تاریخی دستاویز کی خاص قابل ذکر اہمیت یہ ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور 'اُمی' شخص کے ہاتھوں وجود میں آتا ہے۔

اس دستور میں یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ اسلامی مملکت ایک خودمختار اور مستقل مملکت ہوگی۔ اور یہ بھی صراحت کر دی گئی کہ غیر مسلموں کو ان کے دین کی پوری آزادی ہوگی۔ چنانچہ ایک دفعہ کے الفاظ یہ ہیں کہ 'للمسلمین دینھم و للیھود دینھم' یعنی مسلمانوں کے لیے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کے لیے ان کا دین ہے۔ یعنی وہاں جتنے لوگ بستے تھے ان کو دینی، عدالتی اور قانونی آزادی کا اطمینان دلایا گیا تھا۔ اس طرح دفاع کے سلسلے میں جو انتظام کیا گیا وہ بھی اپنی مثال آپ تھا۔ آنحضور ﷺ کو اس حکومت کا صدر تسلیم کیا گیا۔ کیونکہ صدیوں سے لڑتے رہنے والے قبائل (اوس اور خزرج) متفقہ طور پر آپ ﷺ پر اعتماد رکھتے تھے اور آپ کو اپنا نبی مانتے تھے۔ آپ کی غیر جانبداری، عدل، تحمل و تدبر اور آپ کی فیاضی کا چند مہینوں کے مختصر عرصے میں سب کو تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔

اس نوزائیدہ مملکت کے دفاع کے سلسلے میں، اس دستور میں جو صراحتیں ہیں، ان میں سب سے قابل ذکر یہ بات ہے کہ امن اور جنگ ناقابل تقسیم چیز ہوگی۔ یعنی اگر امن ہو تو اس سلطنت کے سارے باشندوں کے لیے ہوگا اور جنگ ہو تو سارے باشندوں کے لیے۔ صلح و جنگ کی مرکزیت اور ان کا ناقابل تقسیم ہونا ایک اہم بات تھی۔ پھر اس دستور میں یہ بھی صراحت ہے کہ اگر جنگ کے لیے شہر سے باہر جانے کی ضرورت پیش آئے تو اس کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں ہوگا کہ کون شخص فوج میں شریک رہے اور کون فوج میں نہ رہے۔ گویا کہ آپ کو کمانڈر انچیف سے بھی زیادہ اختیارات حاصل تھے۔ آپ کو اختیار تھا کہ ان تمام لوگوں کو اپنی فوج سے خارج کر دیں۔ جو مشتبہ ہوں اور جو فوج کے اندر رہ کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہیں۔ گویا کہ آپ نہ صرف جنگی انتظامات کے مالک تھے بلکہ جنگ کے سیاسی پہلوؤں پر بھی آپ ہی کا دخل تسلیم کیا گیا۔ البتہ اس دستور میں یہ صراحت ہے کہ اگر باہر سے کوئی دشمن حملہ آور ہو تو ہر محلّہ اپنے رقبے کی براہِ راست مدافعت کرے گا اور لوگ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور فوج میں جو اخراجات ہوں وہ ہر محلّہ یعنی ہر قبیلہ خود برداشت کرے گا۔ اس زمانے میں مرکزی حکومت کے پاس کوئی خزانہ نہیں تھا لہٰذا مجبوراً یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ لوگ رضاکارانہ اور بلا تنخواہ فوج میں داخل ہوں، لیکن فوج کی باگ ڈور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔

اسی طرح دستور میں محکمہ عدل کا بھی ذکر ہے کہ ابتدائی عدالت تو قبیلہ وار ہوگی۔ یعنی قبیلے کے دو افراد میں جھگڑا ہو تو لوگ اپنے قبیلے کے سردار سے رجوع کریں گے۔ لیکن اگر فریقین دو مختلف قبیلوں کے ہوں تو اس صورت میں انہیں فیصلہ کے لیے رسول اکرم ﷺ کے پاس آنا پڑے گا۔ اگر چہ انہیں اختیار تھا کہ وہ کسی اور شخص کو بھی اپنا حَکَم بنالیں لیکن آخری حاکم عدالت صرف رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارک ہوگی۔

اس دستور میں مسلمانوں کے لیے صراحت موجود ہے کہ قانون سازی رسول اکرم ﷺ فرمائیں گے۔ اس دستور کی ایک اہم دفعہ بیمہ کا انتظام ہے کہ اگر فدیہ یا خون بہا کی گراں قدر رقم کوئی شخص ادا کرنے سے معذور ہو تو اس کے قبیلے کی انجمن یا ہمسایہ قبیلے کی انجمن ورنہ بالآخر مرکزی انجمن اس رقم کی ادائیگی کا انتظام کرے گی۔ اسی طرح یہودیوں کے لیے بھی تفصیل ہے کہ ان پر کیا واجبات وفرائض ہوں گے۔ اس کا بھی ذکر ہے کہ جو مشترکہ دشمن ہیں (قریش مکہ وغیرہ) ان کے ساتھ اس مملکت کے باشندوں کا کیا طرزِ عمل ہوگا۔

ریاست مدینہ کا نظم ونسق

مسلمانوں کی آمد سے قبل مدینہ میں کوئی باقاعدہ حکومت نہیں پائی جاتی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد یہاں پہلی دفعہ باقاعدہ ایک مسلم مملکت کی بنیاد رکھی۔ لہٰذا آپ ﷺ کو پرانے انتظامات وراثت میں نہیں ملے۔ فوج، عدلیہ، خزانہ، تعلیم اور انتظامیہ کے اداروں میں سے کوئی چیز وہاں نہ تھی۔ ہر چیز رسول اللہ ﷺ کو خود ہی نقطہ صفر سے پیدا کرنی اور ترقی دینا تھی۔ لہٰذا اس نوزائیدہ مملکت میں ابتداءً آپ نے بیک وقت کئی شعبوں کا آغاز کیا۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ ریاست مدینہ کا معاشرتی نظام

ریاست مدینہ ابتداء میں ایک شہری مملکت تو تھی لیکن کامل شہر نہیں تھی بلکہ شہر کے ایک حصے میں قائم کی گئی تھی۔ لیکن اس کی توسیع بڑی تیزی سے ہوئی۔ اس توسیع کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صرف دس سال بعد جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت مدینہ ایک شہری مملکت نہیں بلکہ ایک وسیع مملکت کا دارالسلطنت تھا۔ اس وسیع سلطنت کا رقبہ، تاریخی شواہد کی رُو سے تین ملین یعنی تیس لاکھ مربع کلومیٹر پر مشتمل تھا۔ دوسرے الفاظ میں دس سال تک اوسطاً روزانہ کوئی آٹھ سو پینتالیس مربع کلومیٹر علاقے کا ملک کے رقبے میں اضافہ ہوتا رہا۔ سلطنت کی یہ توسیع کچھ تو پُرامن ذرائع سے ہوئی اور کچھ جنگوں کے نتیجے میں۔ اس وسیع وعریض مملکت کے باشندوں کی پُرامن اور پُرسکون محفوظ زندگی کے لیے آپ نے ایک فلاحی معاشرتی نظام کی ابتداء کی۔ جس کے ہر باشندے کو بلاتخصیص رنگ ونسل تمام بنیادی انسانی حقوق میسر ہوں۔ مملکت اور اس کے باشندوں کے درمیان حقوق وفرائض کی تقسیم اور ادائیگی میں باہمی تعاون اور ہم آہنگی پائی جاتی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس روز افزوں وسیع مملکت کی تعمیر و ترقی کے لیے آپ نے جامع منصوبہ بندی شروع کی۔

ا) تعمیری منصوبہ بندی

عرب میں کہیں سڑکیں نہ تھیں۔ سڑکوں اور شاہراہوں کی جگہ عام خود روگزرگاہیں تھیں۔ سڑک کی تعمیر کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لہٰذا اس کے لیے نہ ناظم تھا نہ محکمہ تعمیرات۔ اس کے باوجود شہری منصوبہ بندی کی طرف آپ نے خاص توجہ دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شہر کے اندر تم گلیوں کو اتنا چوڑا رکھو کہ دو لدے ہوئے اونٹ باآسانی آمنے سامنے گزر سکیں۔ گویا آج کل کے الفاظ میں آسانی کے ساتھ دو بسیں آ جا سکیں۔

ب) دفتری نظام

اہم ترین انتظامات میں سے چند کاتبوں پر مشتمل ایک ایک دفتری نظام (سیکریٹیریٹ کا) بھی تھا۔ مسعودی اور دیگر مولفوں نے بتایا ہے کہ ان کاتبوں کے فرائض مختلف تھے۔ کچھ لوگ نازل ہونے والی وحی کو لکھا کرتے تھے، کچھ لوگ زکوٰۃ کا اندراج کرتے، یعنی رقم کس سے وصول ہوئی اور کس پر خرچ ہوئی۔ جنگوں میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا، اس کے بارے میں آپ ﷺ کا حکم تھا کہ سب کو جمع کر کے اس میں سے سارے فوجیوں کو برابر کا حصہ دیا جائے۔ نیز پانچواں حصہ حکومت کو ملے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ مال غنیمت کی جمع و تقسیم کا حساب رکھا جائے۔ اس کے لیے بھی خصوصی کاتب تھے۔ اس طرح کوئی دس بارہ مدوں کی تفصیل دی گئی ہے کہ ان کے لیے الگ الگ کاتب مقرر کیے گئے تھے۔ ان میں محکمہ خارجہ بھی تھا کہ بیرونی حکمرانوں اور سرداروں سے تبلیغ وغیرہ کے لیے خط و کتابت ہوتی تھی۔ امام محمد کی 'السیر الکبیر' میں آیا ہے کہ عہد نبوی میں ایک کاتب کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ ان بالغ لوگوں کی فہرست مکمل کرے جو نہ صرف جنگ کے قابل ہیں بلکہ اس پر آمادہ ہیں کہ جب انہیں بلایا جائے۔ فوراً مہم پر روانہ ہو جائیں ایسے لوگوں کو بیت المال سے مستقل وظیفہ ملتا رہتا تھا۔ اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ اس نوزائیدہ مملکت کے ابتدائی سالوں میں ایک مرتبہ آنحضور ﷺ نے حکم دیا کہ جتنے لوگ مسلمان ہوئے ہیں ان کے نام لکھے جائیں۔ چنانچہ مردم شماری کی گئی۔ اور صحیح بخاری کے مطابق کاتبوں نے اس فہرست میں پندرہ سو نام درج کیے۔

ج) مذہبی امور کا نظام

مملکت مدینہ میں عبادات کی ادائیگی کے لیے منظم طریقہ کار کا اجراء کیا گیا۔ شروع میں باجماعت نماز کی ادائیگی کے لیے اذان نہیں ہوتی تھی۔ جب نماز کے لیے لوگوں کو ایک موذن کی ضرورت محسوس ہوئی اور یہ طے پایا کہ اذان دی جائے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اس کام کے لیے منتخب کیا، کیونکہ ان کی آواز سُریلی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے خود انہیں اذان کا طریقہ سکھایا اور یہ بھی بتایا کہ کس لفظ کو کھینچو کس کو مختصر کرو۔ اسی طرح ایک اور شخص نائب موذن بھی مقرر کیا گیا تاکہ ہمیشہ ایک ہی آدمی پر اس کی ذمہ داری یا بار نہ رہے۔ اسی طرح مسجد نبوی کے اندر صفائی کی ضرورت تھی۔ ایک حبشی مسلمان عورت نے اپنی